URDU PALACE URDU PALACE URDU

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

URDU PALACE URDU PALACE URDU

چال

محمد فاروق انجم

اچھے اور پُر خلوص دوستوں کی سنگت میں دشوار گزار پہاڑی راستے ہوں یا گہری کھائیوں میں پیش آنے والے خطرات... کوئی معنی نہیں رکھتے... وہ بس ایک دوسرے کے ہمنوا اور ہم سفر ہوتے ہیں۔ ایسے ہمسفر جو احساسِ ذمّے داری سے منزل تک پہنچنے کا یقین رکھتے ہوں... دو دیرینہ دوستوں کا احاطہ کرتی تحریر... ان کے قول و فعل یکساں تھے... مگر فطرت اور نیت خطرے کو سامنے دیکھ کر رخ بدل رہی تھی... جرم کا ارتکاب کرنا آسان ہوتا ہے... مگر اس کی گہرائیوں سے باہر آنا از حد مشکل... وہ دونوں بھی جرم کے جال میں الجھ چکے تھے اور اس سے نکلنے کی ہر چال الٹی پڑ رہی تھی...

سنگ دلی و منتقم مزاج دشمن کی جوابی کارروائی...... سرورق کی الم ناک کہانی

اُن کے درمیان ایک چار فٹ چوڑی میز تھی۔ میز کے ایک طرف پانچ فٹ دس انچ قد کا آدمی بیٹھا تھا۔ اس کی مونچھیں بڑی، سیاہ اور تلوار نما تھیں، سر کے بالوں کا رنگ سنہری تھا جس میں سفید بال بھی جھانک رہے تھے۔ ایک عرصے سے وہ اپنے بالوں کو یہی رنگ لگوا رہا تھا۔ جب بالوں کو ڈائی کیے زیادہ وقت ہو جاتا تھا تو سفید بال جھانکنے لگتے تھے، اس کی آنکھوں میں سفیدی تھی اور چہرے سے رعب مترشح تھا۔ اس کا نام تیمور خان تھا۔ میز پر اس کے عین

سامنے دو ریوالور رکھے ہوئے تھے اور پاس ہی درجن بھر گولیاں بھی بکھری ہوئی تھیں۔ جبکہ میز کی دوسری طرف وہ دونوں خوفزدہ، سہمے ہوئے اور متوحش نگاہوں سے کبھی تیمور خان کو اور کبھی اس کے سامنے رکھے دونوں ریوالور کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام زاہد تھا، جس کی شیو بڑھی ہوئی تھی، اس کی عمر اٹھائیس سال سے زیادہ نہیں تھی۔ اس کے ساتھ براجمان اس کا دوست حماد تھا جو اسی کا ہم عمر تھا اور اس کے سر کے بال چھوٹے تھے اور اس نے فرنچ کٹ رکھی ہوئی تھی۔

تیمور خان کے پیچھے اس کا محافظ ہاتھ میں بڑی سی گن لیے کھڑا تھا۔ تیمور خان نے اپنی جیب سے سگریٹ کی ڈبیا نکال کر ایک سگریٹ نکالا اور اسے اپنے ہونٹوں میں دبا کر، ڈبیا میز پر اچھال دی۔ ڈبیا کے میز پر گرنے سے جو آواز پیدا ہوئی اس نے کچھ دیر سے چھائی خاموشی کو یکدم...... توڑ دیا۔

تیمور خان کے عقب میں کھڑے اس کے محافظ نے برق رفتاری سے لائٹر نکال کر اس کا شعلہ بلند کیا اور تیمور خان کو سگریٹ سلگا کر پھر سے لائٹر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ تیمور خان نے سگریٹ کو ہونٹوں میں ہی دبائے کش لیا اور اسی طرح دھواں چھوڑتے ہوئے دونوں کی طرف بدستور اپنی نگاہیں جمائے پوچھا۔

''تم دونوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کچھ پوچھا تھا۔ مجھے اس کا جواب چاہیے۔ میں شام تک تم دونوں کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔''

تیمور خان کی بات سن کر دونوں کے جسم میں حرکت ہوئی، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا کہ وہ کیا جواب دیں۔ کچھ دیر بعد حماد نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''ہمیں کچھ وقت چاہیے۔''

''وہ تو تم دونوں نے پہلے بھی مانگا تھا اور میں نے وقت دے دیا تھا۔ آج صبح دس بجے دیے ہوئے وقت کی مدت ختم ہو چکی ہے۔'' تیمور خان نے اطمینان سے جواب دیتے ہوئے سگریٹ اپنی انگلیوں میں دبالیا۔

''جیسے ہی مدت ختم ہوئی، ہم آپ کے پاس چلے آئے۔ کہیں بھاگ کر نہیں گئے۔'' زاہد بولا۔

''آئے تو سہی لیکن خالی ہاتھ...... تم دونوں نے وعدہ کیا تھا کہ آج کے دن تم دونوں میری رقم دے دو گے۔'' تیمور خان نے کہہ کر سگریٹ کا طویل کش لے کر دھواں ایسے چھوڑا جیسے اس دھوئیں میں اس کے اندر کے غصے کی آگ بھی شامل ہو۔

''ہم نے پوری کوشش کی لیکن رقم کا انتظام نہیں ہو سکا اور ہم کہیں بھاگے نہیں بلکہ سیدھا آپ کے پاس آ گئے ہیں تا کہ ہم آپ کو بتا سکیں۔'' حماد نے کہا۔ اس کے چہرے پر خوف اور واضح ہو گیا تھا۔

''کوئی تیمور خان کی رقم لے کر بھاگ سکا ہے؟'' تیمور خان نے سگریٹ میز پر ہی مسل دیا۔

''کوئی بھاگ ہی نہیں سکتا۔'' زاہد زبردستی مسکرایا۔ ''کسی کی جرأت نہیں ہو سکتی ہے کہ وہ بھاگ سکے۔''

''اس رات تم دونوں جوئے میں اچھی خاصی رقم جیت چکے تھے۔ تم دونوں کے پاس رقم رکھنے کو جگہ نہیں تھی۔ کیسے تم دونوں نے اپنی ایک ایک جیب میں رقم ٹھونسی ہوئی تھی اور نوٹ جیبوں سے باہر جھانک رہے تھے۔ اور پھر تم دونوں ہارنے لگے۔ ہارتے ہارتے تم دونوں کے پاس ساری رقم ختم ہو گئی۔ اور تم دونوں جیتنے کے لیے اتنے جذباتی ہو گئے کہ مجھ سے ادھار لیتے گئے اور ہارتے گئے، یہاں تک کہ تم ایک رات میں اکتیس لاکھ روپے ہار گئے۔ تم میرے جوئے خانے کے پرانے آنے والے ہو۔ میں نے تم دونوں کو اتنی رقم دی جتنی تم دونوں نے مانگی۔ اس بات کو ایک ہفتہ ہو گیا ہے۔ تم دونوں نے میرے اکتیس لاکھ روپے واپس دینے کے لیے ایک ہفتے کی مہلت لی تھی جو آج دن دس بجے ختم ہو گئی ہے۔ اور اب تم منہ لٹکا کر میرے پاس آ گئے ہو اور مجھے کہہ رہے ہو کہ رقم کا انتظام نہیں ہوا ہے۔'' تیمور خان نے آخری جملہ درشت لہجے میں کہا کہ دونوں ہی اندر سے کانپ گئے۔

''چچا ملک سے باہر گئے تھے۔ ان کی رات کو واپسی ہوئی ہے۔ میں ابھی سیدھا آفس جا رہا ہوں، ان سے رقم لے کر آپ کو دے دوں گا۔'' حماد نے ڈرتے ہوئے کہا۔

تمہارے باپ اور چچا کی کاروباری حیثیت تو ہے۔ وہ دونوں بھائی بھی تھے اور مشترکہ بزنس بھی کرتے تھے۔ تمہارا باپ دنیا سے چلا گیا اور تم بزنس میں ٹک کر بیٹھے نہیں۔'' تیمور خان نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے ایک سگریٹ اور نکال کر اپنے ہونٹوں میں دبالیا اور اس کے عقب میں کھڑے اس کے محافظ نے جلدی سے لائٹر نکال کر اس کا سگریٹ سلگایا اور لائٹر واپس اپنی جیب میں رکھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا جبکہ تیمور خان سگریٹ کو ہونٹوں میں دبائے کش لے کر دھواں چھوڑتا رہا اور نگاہیں جمائے دونوں

کو دیکھتا رہا۔

''تیمور بھائی آپ سب جانتے ہیں بس میں اُن سے رقم لے کر آپ کو دیتا ہوں۔'' حماد کے لہجے میں استدعا تھی۔

تیمور خان نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کتنے بجے آؤ گے؟''

''مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ مجھے ابھی رقم دے دیتے ہیں کہ ایک دو دن کا وقت لیتے ہیں۔'' حماد بولا۔

''تم اس کاروبار میں برابر کے حصے دار ہو، وہ تمہاری رقم کیسے روک سکتے ہیں۔'' تیمور خان نے اپنی گھڑی میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''پھر بھی کاروبار میں رقم ہر وقت پاس موجود نہیں ہوتی۔'' حماد کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ڈر رہا تھا۔ ''ہوسکتا ہے کہ چچا جان رقم دینے کے لیے کچھ وقت مانگ لیں۔''

''اب تم کیا چاہتے ہو؟'' تیمور خان نے پوچھا۔

''رقم کا انتظام ایک گھنٹے میں ہو گیا تو اسی وقت آپ کے پاس لے آؤں گا اور اگر انہوں نے کچھ وقت مانگ لیا تو پھر دیر لگ سکتی ہے۔ آپ مجھے ایک ہفتے کی مزید مہلت دے دیں۔ میں سات دنوں کے اندر اندر آپ کا سارا پیسہ کلیئر کردوں گا۔'' حماد نے ڈرتے ڈرتے اپنی بات مکمل کرلی۔

''یعنی پھر سات دن......؟'' تیمور خان نے اسے گھورا۔

''ایک گھنٹے میں رقم دے دی تو ابھی آجائیں گے۔ کل، پرسوں جیسے ہی رقم ملتی ہے آپ کے پاس آجائیں گے۔ ہم سات دن کی مدت اس لیے مانگ رہے ہیں کہ اگر وہاں سے پیسے نہ ملے تو ہم ہر صورت میں ایک ہفتے کے اندر اندر آپ کی رقم واپس کردیں گے۔'' حماد بولا۔

تیمور خان نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور اپنا بازو نیچے کرلیا۔ ''سات دن نہیں بلکہ چار دن دوں گا۔ چار دن کے بعد تم دونوں کو میری رقم واپس کرنا ہوگی ورنہ ایک منٹ اور نہیں دوں گا اور اگر میری رقم واپس نہ آئی تو پھر تم دونوں جانتے ہو کہ میں کیا کرتا ہوں، یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

تیمور خان کا لہجہ سفاک ہو گیا تھا۔ دونوں کے جسم میں سراسیمگی دوڑ گئی۔ انہیں ایسا لگا جیسے تیمور خان نے ابھی ان کی گردنوں کو دبوچ لیا ہے اور ان کی سانس رک گئی ہے اور آنکھیں باہر نکل آئی ہیں۔

''چار دن کم ہیں......'' حماد نے کہنا چاہا لیکن تیمور خان کی گھورتی نگاہوں کے آگے وہ سہم کر چپ ہو گیا اور بولا۔ ''ٹھیک ہے چار دن میں ہم رقم لوٹا دیں گے۔''

''ہمیں آپ کی رقم لوٹانے کے لیے کچھ بھی کرنا پڑا، ہم کریں گے اور ہر صورت میں آپ سے لی ہوئی مدت میں رقم واپس کردیں گے۔'' زاہد نے بھی کہا۔

''ٹھیک ہے یہ بھی دیکھ لیتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ سے رحم کی اُمید نہ رکھنا۔ پھر مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں اپنا ایک پیسہ بھی کسی کی طرف نہیں چھوڑتا۔ خواہ مجھے اپنے پیسے کے بدلے اس کے جسم سے سارا خون ہی کیوں نا نچوڑنا پڑے۔ اب تم دونوں جاؤ'' تیمور خان نے ہاتھ کے اشارے سے ان کو جانے کے لیے کہا تو وہ دونوں اس جگہ سے اُٹھ کر ایسے باہر نکلے جیسے انہیں اندیشہ ہو کہ اگر وہ ایک لمحہ بھی رکے تو وہ انہیں گولیوں سے بھون دے گا۔

باہر چمکدار دھوپ تھی اور آسمان صاف تھا۔ دونوں نے پُرسکون سانس لی اور چلتے ہوئے کار تک پہنچے جو سات سال پرانا ماڈل تھی اور کار کا رنگ ایک دو جگہ سے خراب بھی ہو چکا تھا۔ دونوں کار میں بیٹھے اور حماد نے کار وہاں سے نکال کر سڑک پر دوڑا دی۔

حماد کار چلا رہا تھا۔ اس نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔ ''کاش ہم اس دن لالچ نہ کرتے اور جو رقم ہم نے جیت لی تھی وہ سمیٹ کر گھر چلے جاتے۔ لاکھوں روپے تھے۔''

''وہاں پر موجود نعیم نے ہمیں کہا بھی تھا کہ ہم مزید کھیلنا بند کردیں اور جو ہاتھ لگا ہے اسے لے جائیں۔'' زاہد نے کہا تو حماد نے تاسف اور غصے سے اسٹیئرنگ پر اپنے دونوں ہاتھ مارے۔

''اکتیس لاکھ روپے، ہم ایک رات میں ہار گئے۔ اچھا بھلا ہم جیت رہے تھے۔'' حماد کو پھر غصہ آگیا۔

''صرف اکتیس لاکھ روپے نہ شمار کرو۔ وہ پیسہ بھی شمار کرو جو ہم نے جیت کر ہارا تھا۔'' زاہد کا چہرہ ابھی تک پچھتاوے کی گھٹا میں ڈوبا ہوا تھا۔

''اب تیمور خان ہمیں مزید کوئی مہلت نہیں دے گا۔ اور کسی طرح سے بھی ہم کو رقم کا بندوبست کرنا پڑے گا ورنہ اس کی ڈکشنری میں رحم کا لفظ نہیں ہے۔ ہمارے پاس صرف چار دن ہیں۔ چار دن اور اکتیس لاکھ روپے کا پہاڑ......'' حماد نے کہا۔ دونوں چپ ہو گئے۔

''اب ایک ہی اُمید ہے کہ میں چچا جان سے کسی بہانے سے رقم لوں۔ لیکن وہ میری حرکتوں کی وجہ سے مجھے

پہلے ہی برداشت نہیں کرتے۔'' حماد نے کہتے ہوئے اپنا اندیشہ بیان کیا۔ ''پتا نہیں ہے وہ مجھے رقم دیتے بھی ہیں کہ نہیں۔''

''ہمارے حالات بھی ایسے نہیں ہیں کہ میں رقم کا کوئی بندوبست کر سکتا۔'' زاہد باہر دیکھنے لگا۔

''اس لیے میں تم پر زور بھی نہیں ڈال رہا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تمہارے لیے چند لاکھ روپے بھی لینا مشکل ہے۔ تم میرے دوست ہو اس لیے رقم کی ذمّے داری اپنے سر پر لے رہا ہوں۔'' حماد نے کار ایک عمارت کے سامنے کھڑی کر دی۔ کار پارکنگ میں اور بھی گاڑیاں کھڑی تھیں۔

''تم ابھی اپنے چچا سے بات کرو گے؟'' زاہد نے پوچھا۔

''ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لیے مجھے ابھی بات کرنی ہے۔'' حماد بولا۔

''میں یہاں بیٹھ کر انتظار کروں؟'' زاہد نے کہا۔

''تم بھی میرے ساتھ چلو۔'' حماد نے کہہ کر اپنی طرف کا دروازہ کھولا اور کار سے باہر نکل گیا۔ دوسری طرف سے زاہد بھی نکل آیا تھا۔ حماد نے ایک نظر اس عمارت کی طرف دیکھا جہاں ان کا آفس تھا۔ کئی سال قبل حماد کے والد اور اس کے چچا نے مل کر کاروبار شروع کیا تھا جو دیکھتے ہی دیکھتے پھیل گیا تھا۔ لیکن اچانک حماد کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ سارا بزنس اس کا چچا دیکھنے لگا۔ اور پھر حماد کا بڑا بھائی بھی اس کاروبار میں شامل ہو گیا۔ حماد کا پڑھائی سے دل اچاٹ ہوا تو وہ بھی اس کاروبار کا حصہ بن گیا۔ حماد کا بیٹھنا اُٹھنا اچھے دوستوں کے ساتھ نہیں تھا۔ زاہد اس کے ساتھ کالج میں پڑھتا تھا۔ زاہد کی رہائش شہر سے تقریباً تیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھی جہاں ان کا بڑا سا گھر تھا اور کمانے کے لیے اس کے باپ کی تھوڑی سی زمین تھی۔ حماد ہی زاہد کو اپنے ساتھ جوئے خانے میں لے جانے لگا تھا۔ انہوں نے بہت پیسہ جیتا تھا اور اُڑایا تھا۔ زاہد کو بھی اس کے ساتھ جُوا کھیلنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ اس بات کا علم حماد کے چچا کو ہوا کہ حماد جُوا کھیلنے لگا ہے تو اس نے ایک دو بار شدید سرزنش کی، لیکن جب حماد باز نہ آیا تو اس نے حماد کو کاروبار سے نکال دیا۔ پھر بھی حماد کبھی کبھار آ جاتا تھا۔ اس کا چچا اچھا آدمی تھا لیکن وہ دولت اس طرح سے اُڑانے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔

دونوں لفٹ کے ذریعے سے تیسری منزل پر پہنچے جہاں ان کا آفس تھا۔ حماد نے سوچ لیا تھا کہ اسے اپنے چچا کو کیا کہنا ہے۔ دونوں استقبالیہ سے ہوتے ہوئے آگے بڑھے تو حماد نے زاہد سے سرگوشی کی۔

''تم وہاں بیٹھ جاؤ۔''

زاہد نے رک کر اس جانب دیکھا جہاں کچھ نوجوان بیٹھے تھے۔ جونہی حماد کے قدم اپنے چچا کے کمرے کی طرف جانے لگے استقبالیہ پر موجود لڑکی نے شائستہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''ایکسکیوزمی سر......''

''جی......'' زاہد نے رک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنے لہجے میں ایسا تغیر لے آیا تھا جس سے یہ واضح ہو کہ وہ اس کمپنی کے مالکان میں سے ہے۔

''اندر انٹرویو ہو رہے ہیں۔ سر نے سختی سے اس دوران میں کسی کو بھی اندر آنے سے منع کیا ہے۔''

حماد اس کے پاس جا کر متانت سے بولا۔ ''آپ مجھے جانتی ہیں، میں کون ہوں۔''

''جی سر...... لیکن سر میری نوکری جا سکتی ہے۔'' وہ لڑکی معصومیت سے بولی۔ ''میں مجبور ہوں۔''

حماد نے ایک نظر اس لڑکی کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھا اور پھر یکدم مسکرا دیا۔ ''ٹھیک ہے میں انتظار کر لیتا ہوں۔ میری اندر اطلاع کر دو۔ میں وہاں صرف آپ کی نوکری کے لیے بیٹھ رہا ہوں۔''

''شکریہ سر۔'' لڑکی نے ممنون نظروں سے دیکھ کر مسکراہٹ بکھیری۔

حماد نے ایک مسکراہٹ عیاں کی اور پھر زاہد کے پاس چلا گیا جو صوفے پر بیٹھا تھا۔ حماد کو جگہ دینے کے لیے وہ تھوڑا سا دوسری طرف کھسک گیا اور حماد بیٹھ گیا۔ اس صوفے پر تین افراد اور بیٹھے تھے...... حماد، زاہد اور تیسرا وہ جو نوکری کے لیے انٹرویو دینے آیا تھا اور دونوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' زاہد نے آہستہ سے پوچھا۔

''اندر انٹرویو ہو رہے ہیں۔ ابھی امیدوار باہر نکلے گا تو وہ مجھے اندر بلا لیں گے۔'' حماد نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب ہے انتظار کرنا پڑے گا۔'' زاہد نے منہ بنایا۔

''ابھی بلا لیتے ہیں۔ تم فکر نہیں کرو۔'' حماد بولا۔

زبیر وجیہہ نوجوان تھا۔ اس نے کالی پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ اور اوپر سے کوٹ پہنا ہوا تھا۔ وہ دونوں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ دونوں شکل سے بہت بڑے سفارشی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے آجانے سے شاید اب ان کے